کاروانِ حدیث (۷)

عبدالرشید عراقی

امام ابوالحسن دارقطنیؒ

بسلسلہ محدثینِ کرام کی علمی خدمات

امام ابوالحسن علی بن عمر دارقطنیؒ ۵ ذی قعدہ ۳۰۶ھ بغداد کے محلّہ دارقطن میں پیدا ہوئے۔[1] آپ نے اپنے وقت کے نامور اساتذہ اور اصحابِ فن سے استفادہ کیا۔ حافظ ابنِ جوزیؒ (م ۵۹۷ھ) اور علّامہ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے آپ کے اساتذہ کی فہرست اپنی اپنی کتابوں میں درج کی ہے۔[2] اساتذہ کی طرح تلامذہ کی فہرست بھی طویل ہے۔ آپ کے تلامذہ میں امام ابوعبداللہ حاکمؒ صاحب المستدرک (م ۴۰۵ھ) اور امام ابونعیمؒ اصفہانی صاحب حلیۃ الاولیاء (م ۴۳۰ھ) کے نام بھی ملتے ہیں۔

امام دارقطنیؒ نے طلب حدیث کے لیے کوفہ، بصرہ، واسط، شام اور مصر کا سفر کیا اور ہر جگہ کے نامور علمائے کرام سے اکتسابِ فیض کیا۔[4] امام دارقطنیؒ کا حافظہ غیر معمولی تھا۔ اس کے علاوہ آپ عدالت و ثقاہت، حفظ و ضبط اور زہد و ورع میں بھی بہت ممتاز تھے ۔۔۔ اور ان سب کے علاوہ آپ روایت کی طرح درایت کے بھی ماہر اور فنِ جرح و تعدیل کے امام تھے۔

خطیب تبریزیؒ (م ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں :

> امام دارقطنی حدیث و آثار، عللِ حدیث، اسماء الرجال اور احوالِ رواۃ میں یکتا تھے۔[5]

علّامہ ابنِ کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) فرماتے ہیں :

> احادیث پر نظر اور علل و انتقاد کے اعتبار سے وہ نہایت عمدہ تھے۔ اپنے دور میں فنِ اسماء الرجال، علل اور جرح و تعدیل کے امام اور فنِ درایت میں مکمل دستگاہ رکھتے تھے۔[6]

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں :

فقہی احکام و مسائل اور حلال و حرام کی معرفت میں جو حیثیت مالکؒ، سفیان ثوریؒ، اوزاعی اور شافعیؒ وغیرہ ائمہ فقہ کی رایوں اور اقوال کی ہے وہی حیثیت رجال اور صحیح و ضعیف احادیث کے بارہ میں یحییٰ بن معینؒ، بخاریؒ، مسلمؒ، ابو حاتمؒ، ابو زرعہ، نسائیؒ، ابن عدیؒ اور امام دارقطنیؒ وغیرہ جیسے جہاندیدہ محدثین و نقادانِ فن کے کلام کی ہے [۷]

امام دارقطنی کی شہرت و مقبولیت ان کے حدیث میں امتیاز کی وجہ سے ہے۔ محدثین کرام اور اربابِ سیر نے ان کے حفظ و ضبط، ثقاہت و اتقان، روایت و درایت میں مہارت اور معرفتِ علل کا اعتراف کیا ہے۔

علامہ ابن خلکانؒ (م ۶۸۱ھ) لکھتے ہیں :

امام دارقطنی علمِ حدیث میں متفرد اور امام تھے [۸]

حافظ ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) فرماتے ہیں :

دارقطنی ــــ روایت کی وسعت و کثرت کے اعتبار سے وہ امامِ دہر تھے [۹]

علامہ عبدالحی بن عماد الحنبلی (م ۱۰۸۹ھ) لکھتے ہیں :

امام دارقطنی حدیث اور اس کے متعلقہ فنون میں منتہی تھے۔ اور اس میں امیر المومنین کہلاتے تھے [۱۰]

امام دارقطنی کا حدیث میں کمال، بلند پائیگی اور تبحرِ علمی کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ صحاحِ ستہ کے بعد جن مصنفین کو معتبر اور جن کی تصانیف کو مستند مانا گیا ہے ان میں امام دارقطنی کا نام بھی شامل ہے۔ [۱۱]

مسلک کے اعتبار سے امام دارقطنی شافعی المذہب تھے [۱۲] لیکن اس کے ساتھ ان کا شمار صاحبِ وجوہ فقہاء میں بھی ہوتا ہے [۱۳]

امام دارقطنی نے ۸ ذی قعدہ ۳۸۵ھ کو انتقال کیا [۱۴]

سنن دارقطنی :

امام دارقطنی صاحبِ تصانیف کثیرہ تھے۔ ان کی اکثر تالیفات حدیث، اصولِ حدیث اور رجال سے متعلق ہیں[15]۔ سنن دارقطنی آپ کی مشہور کتاب ہے اور صحاح ستہ کے بعد وثوق و اعتبار کے لحاظ سے ممتاز اور اہم مانی جاتی ہے۔

حاجی خلیفہ مصطفےٰ ابن عبداللہ (م ۱۰۶۷ھ) لکھتے ہیں:

فنِ حدیث میں بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں مگر علمائے سلف و خلف کا اتفاق ہے کہ قرآن مجید کے بعد سب سے زیادہ صحیح اور معتبر کتاب صحیح بخاری ہے۔ پھر صحیح مسلم اور مؤطا امام مالک ہیں۔ ان کے بعد امام ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابنِ ماجہ اور دارقطنی کی کتابوں اور مشہور مسانید کا درجہ ہے[16]

حافظ ابنِ صلاحؒ (م ۶۴۳ھ) اور علامہ سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے بھی سنن دارقطنی کو صحاح ستہ کے بعد مستند تسلیم کیا[17] ــــــــــــ امام دارقطنی فنِ جرح و تعدیل کے امام تھے۔ علل اور رجال حدیث پر ان کی نظر بڑی گہری تھی۔ اس لیے سنن دارقطنی نقد و جرح کے متعلق اقوال کا عمدہ اور مفید ذخیرہ ہے۔ جس طرح امام ترمذیؒ (م ۲۷۹ھ) نے جامع ترمذی میں حدیث کے صحیح، حسن اور ضعیف ہونے کی وضاحت کی ہے، اس طرح امام دارقطنی نے بھی سنن دارقطنی میں یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔

حافظ ابنِ صلاح (م ۶۴۳ھ) لکھتے ہیں:

ونص الدارقطنی فی سننه علی کثیر من ذالک[18] ــــ

امام دارقطنی نے سنن میں اکثر حدیثوں کے حسن یا ضعیف ہونے کو واضح کر دیا ہے۔

سنن دارقطنی کے ساتھ علمائے کرام کے شغف و اعتنا سے بھی اس کی اہمیت ظاہر ہو جاتی ہے۔

علامہ بغویؒ (م ۵۱۹ھ) اور حافظ سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے اس کی حدیثوں کی تخریج کی ہے۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے اتحاف المیسرۃ باطراف المشرہ

میں اس کے اطراف لکھے ہیں۔ مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی (م ۱۳۲۹ھ) نے اس کی مختصر شرح اور تعلیق لکھی ہے، جس میں حدیثوں کی تحقیق، تنقید، ان کے علل، مصالح، مطالب اور بعض مشکل مقامات کو حل کیا گیا ہے۔ راوی کے بلاد و اماکن کی وضاحت بھی کی ہے۔ حواشی کے ابتدا میں سنن اور صاحبِ سنن کا تعارف بھی کرایا ہے[۱۹]۔

۱۔ ابن جوزی، المنتظم ج ۷، ص ۸۳

۲۔ ابنِ جوزی، المنتظم۔ ج ۷، ص ۸۳ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ۔ ج ۳، ص ۱۹۹

۳۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد۔ ج ۱۲، ص ۳۴

۴۔ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ۔ ج ۳، ص ۱۹۹

۵۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد۔ ج ۱۲، ص ۳۴

۶۔ ابنِ کثیر، البدایہ والنہایہ۔ ج ۱۱، ص ۳۱۷

۷۔ ابن تیمیہ، الرد علی – ص ۱۳

۸۔ ابن خلکان، وفیات الاعیان۔ ج ۲، ص ۵

۹۔ ابنِ کثیر، البدایہ والنہایہ۔ ج ۱۱، ص ۳۱۷

۱۰۔ ابن العماد الحنبلی، شذرات المذہب۔ ج ۳، ص ۱۱۶

۱۱۔ حافظ ابنِ صلاح، مقدمہ ابنِ صلاح۔ ص ۹۲
ولی الدین خطیب تبریزی، مقدمہ کمال، ص ۱۷
جلال الدین سیوطی، تدریب الراوی۔ ص ۲۶۰

۱۲۔ ابنِ خلکان، وفیات الاعیان۔ ج ۲، ص ۵

۱۳۔ یافعی، مرآۃ الجنان – ج ۲، ص ۴۲۵

۱۴۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد۔ ج ۱۲، ص ۳۴

۱۵۔ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ۔ ج ۳، ص ۲۰۰

۱۶۔ حاجی خلیفہ مصطفےٰ، کشف الظنون۔ ج ۱، ص ۴۲۶

۱۷۔ ابنِ صلاح، مقدمہ ابنِ صلاح۔ ص ۱۱ سیوطی، تدریب الراوی۔ ص ۳۰

۱۸۔ ابن صلاح، مقدمہ ابنِ صلاح۔ ص ۱۸

۱۹۔ ضیاء الدین اصلاحی، تذکرۃ المحدثین – ج ۲، ص ۱۱۴